۴۔ سیاہ روشنی

EL2NNF

پروین شیر

پہلی بات : سفر کو وسیلۂ ظفر بھی کہا گیا ہے یعنی اس سے فتح و کامرانی حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے ماحول کو چھوڑ کر دیگر مقامات کا سفر اختیار کرتا ہے تو اسے مختلف علاقوں، لوگوں اور زبانوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ آب و ہوا، رہن سہن اور زندگی گزارنے کے مختلف طریقے اور تہذیب و تمدن کے فرق کو دیکھ کر اس کی فکر و نظر میں کشادگی پیدا ہوتی ہے۔

سفرنامہ نثری ادب کی ایک صنف ہے۔ اچھے سفرنامے پڑھ کر ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم مصنف کے ساتھ سفر کر رہے ہیں اور اس کے تجربات و مشاہدات سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

جان پہچان : پروین شیر پٹنہ کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ اعلیٰ تعلیم انھوں نے کینیڈا میں حاصل کی۔ انھوں نے اسی ملک کی شہریت حاصل کر لی اور فی الحال وہیں مقیم ہیں۔ شاعری کے علاوہ پروین شیر نے مصوری میں بھی خوب نام کمایا ہے۔ انھیں اس فن میں بین الاقوامی سطح کے کئی انعامات مل چکے ہیں۔ انھیں موسیقی اور سیاحت سے بھی خاصا لگاؤ رہا ہے۔ ان کا سفرنامہ 'چند سیپیاں سمندروں سے' اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوا ہے۔ 'کرچیاں، نہالِ دل پر سحاب جیسے' اور 'چہرۂ گل دھواں دھواں سا' ان کے شعری مجموعے ہیں۔

طیارہ اپنے آہنی پروں کو پھیلائے زمین کے سپاٹ سینے پر آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی رفتار تیز ہو رہی تھی۔ پھر دور تک پھیلے ہوئے رَن وے سے ایک لمبی جست لگا کر وہ فضاؤں میں پرواز کرنے لگا۔ اوپر.... اور اوپر۔ زمین دور ہوتی جا رہی تھی اور چھوٹی .... پروین اپنی سیٹ پر سر ٹکائے ہوئے اتنی بڑی زمین کو اتنی چھوٹی ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ وہ زمین جس پر انسانی وجود ایک ذرّہ ہے، وہی اب خود ذرّہ بنتی جا رہی تھی۔ طیارہ بادلوں کا نرم سینہ چیرتا ہوا بلند ہوتا جا رہا تھا۔ بادلوں کے سمندر میں ڈوب کر زمین لاپتا ہو گئی تھی جس سے دور یہ ایک نیا جہان تھا۔ یہ خلاؤں کا جہان تھا... پُراسرار... خاموش آوازوں کی گونج جسے پروین سن رہی تھی۔ زمین سے دور اس نئے جہان میں آ کر دل کی عجیب کیفیت تھی جس کا کوئی نام نہ تھا۔ ایک انوکھا احساس تھا، ایک طفلانہ خواہش تھی... کھڑکی سے بادلوں کی آغوش میں کود جانے کی۔

آج وہ طیارے میں اُڑ رہی تھی اور زمین کے اس حصے پر قدم رکھنے جا رہی تھی جسے اس نے صرف تصویروں میں دیکھا تھا؛ جہاں کی سچی کہانیاں کتابوں میں پڑھی تھیں۔ جہاں کا ماضی عبرت ناک تھا، جہاں انسانوں نے انسانوں پر ظلم ڈھائے تھے، جہاں انسانیت منہ چھپائے سسک رہی تھی اور بربریت مسکرا رہی تھی۔ پروین خیالات کے سمندر میں غوطے لگا رہی تھی۔ ڈوب رہی تھی، اُبھر رہی تھی۔ جوہانس برگ پہنچنے میں دس گھنٹے باقی تھے۔ پروین کے شریکِ حیات وارث اور بیٹے فراز کی آنکھیں نیند میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پروین کی پلکیں بھی بوجھل ہو رہی تھیں۔ جب اس کی آنکھیں کھلیں تو منزل قریب تھی۔ طیارہ نیچے اُتر رہا تھا۔ زمین قریب آ رہی تھی۔ لکیروں پر رینگتی چیونٹیاں بڑی بڑی گاڑیاں بن رہی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی ڈبیاں عالی شان عمارتوں میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ زمین

کا سینہ پھیلتا جارہا تھا اور پروین کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جارہی تھیں۔ وہ اُس سرزمین پر قدم رکھنے والی تھی جہاں کی مٹّی کے ذرّے ذرّے میں ماضی کی دکھ بھری کہانیاں ہیں۔ وہ سرزمین جسے کہا جاتا ہے کہ ایک ملک میں ایک دنیا آباد ہے۔

طیارے نے زمین کو چھولیا تھا۔صبح کا سورج اپنی نرم سنہری کرنوں کی چادر جوہانس برگ پر پھیلائے ہوئے تھا۔آج پروین کے قدم اس سرزمین پر تھے جہاں کتنی ہی یادوں کی بازگشت تھی۔ وہ خیالوں میں گم، تجسّس اور حیرانی میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اچانک ایک منحنی سا آدمی ایک جھنڈی جس پر 'شیر فیملی' درج تھا، لہراتا نظر آیا۔فراز اس کی طرف بڑھا اور اس شخص نے خوش آمدید کہہ کر اپنا تعارف کرایا۔ وہ نرم گفتار، خوش مزاج شخص کینن تھا؛ پروین گروپ کے سیاحوں کا رہبر۔سیدھا سادہ، نیک اور نرم دل۔ نیویارک یا شکاگو میں کالے لوگوں کا خوف دل و دماغ پر مسلط رہتا ہے۔لوگ اس علاقے میں بھی نہیں جاتے جہاں ان کی اکثریت ہوتی ہے لیکن اب اسے اس خوف پر ہنسی آرہی تھی۔ کینن کی شخصیت اور اردگرد کالوں کا جمِ غفیر ...ان کے چہرے بتا رہے تھے کہ تمام انسان بنیادی طور پر یکساں ہیں۔کوئی پیدائشی مجرم نہیں ہوتا، قاتل نہیں ہوتا بلکہ حالات کا شکار ہوتا ہے۔کینن کے ساتھ اس کے گروپ کے گیارہ سیاح وین میں بیٹھ گئے تھے۔

وین جوہانس برگ کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی ..... ہوٹل وانڈررز کی طرف۔کینن ہاتھ میں مائک پکڑ کر اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آواز وین میں گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا،"جوہانس برگ میں ساؤتھ افریقہ کا سب سے پرانا اسکول ہے جو ۱۸۹۵ء میں تعمیر ہوا تھا۔نیلسن منڈیلا کے دونوں مکانات یہیں ہیں۔" وین میں بیٹھے ہوئے سیاح کینن سے سوالات کررہے تھے اور وہ جوابات دے رہا تھا۔"جوہانس برگ میں سونے کی کان کا پتا جارج واکر اور جارج بریسن نے لگایا تھا۔ساؤتھ افریقہ قدرتی وسائل کی وجہ سے دولت مند ہوگیا کیوں کہ یہاں سونے اور ہیرے کے ذخائر ہیں۔ یہاں گوروں کی آبادی دس فیصد ہے۔ یہاں موسمِ سرما جولائی سے شروع ہوجاتا ہے۔" کینن بولتا جارہا تھا۔

پروین وین کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔مکئی کے کھیت کے رنگوں سے سرور حاصل کررہی تھی اور کینن کی آواز سے علم کے موتی چن رہی تھی۔ سویٹو کی سڑکوں پر صبح کی نرم دھوپ اپنے سنہرے پروں کو پھیلائے بیٹھی تھی۔ سڑک کے کنارے رنگ ہی رنگ تھے۔ چھوٹے چھوٹے اسٹالوں میں فنکاروں کے فن چمک رہے تھے۔مجسّے اور کرافٹ، مصوری اور رنگین پوشاک۔ فٹ پاتھ پر بھی چادروں پر طرح طرح کی اشیا برائے فروخت موجود تھیں۔لوگ مول تول کررہے تھے۔ پروین اس دکاندار عورت کی بے بسی کو دیکھ رہی تھی جسے اپنی بقا کے لیے قیمت کم کرنی ہی تھی۔ وین کا ڈرائیور یوپا تھا۔اس نے وین سویٹو کے ایک مفلوک الحال علاقے میں روک دی تھی۔ سب سیاح باہر نکل کر کینن کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔گرد و غبار میں ڈوبی ہوئی کچی سڑکیں، تنگ گلیاں، بدرنگ چھوٹے چھوٹے گھر، کہیں کہیں گڑھوں میں جمع ہوا پانی۔ ننگے پاؤں بوسیدہ کپڑوں میں کھیلتے ہوئے بچے، گھر کے دروازوں پر بیٹھے چائے پیتے ہوئے گپ شپ میں مصروف لوگ جنھیں زندگی کی دوڑ سے کوئی مطلب نہ تھا۔مکانوں کے سامنے تاروں کی زنگ آلود باڑھ اور ہر گھر پر ٹین کی چھت۔ یہ علاقہ جوہانس برگ سے بیس میل دور ہے۔اسے سویٹو کہتے ہیں۔اپارتھائڈ کے دوران کالوں کو اسی جگہ بھیج دیا گیا تھا۔ سویٹو کا ماحول اور کچے راستے اور گلیوں سے اُڑتی ہوئی گرد کے ذرّے کہہ رہے تھے کہ کس طرح وہ ملک درد کا گہوارہ بنا تھا۔گلی کی دھول پروین کے قدموں سے لپٹ رہی تھی اور وہ سوچ رہی تھی کہ سیاحت صرف جمالیاتی ذوق کی تسکین نہیں ...کھردری بدصورتی کی آگہی کا

نام بھی ہے۔

سیاحوں نے سویٹو میں ایک غریب خاندان کے خستہ حال دو کمروں کے مکان کو بھی دیکھا جس کے در و دیوار بدحال تھے جن کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ کمزور ستونوں پر ٹین کی چھت ٹکی ہوئی تھی۔ ایک باتھ روم صحن میں تھا جسے ہمسایے بھی استعمال کرتے تھے۔ دو کمروں کے اس گھر میں نو افراد رہ رہے تھے۔ ایک چھوٹے کمرے میں بستر اور میز کے درمیان چلنے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ چھوٹی سی کھڑکی سے روشنی بھی سہمی ہوئی سی اندر آ رہی تھی۔ ایک کمرہ ضعیف باپ کا تھا: نیم روشن، چھوٹا سا پرانا بستر اور چھوٹی سی رنگ اُڑی ہوئی میز تھی۔ اس کمرے کے ایک کونے میں بوسیدہ کرسی پر ایک نوعمر لڑکی بیٹھی ہوئی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ اس لڑکی کے چہرے پر پروین نے بیزاری کے آثار دیکھ لیے تھے۔ اس کی آنکھوں میں اس نے خودداری کی پرچھائیاں بھی دیکھ لی تھیں۔ لڑکی کے نوعمر خون میں غم و غصّے کی لہریں نظر آ رہی تھیں۔ پروین کا دل اس بیزار لڑکی سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ لڑکی کے قریب چلی گئی۔ سوال کیا، "کیا تم یہیں رہتی ہو؟" اس نے بہت روکھا سا جواب دیا، "یقیناً!" شاید اس نوجوان لڑکی کو جو صرف سولہ سال کی تھی، اپنے وجود، اپنے خاندان اور اپنے گھر کو نمائش کا سامان بنائے جانے کا شدت سے احساس تھا۔ سیاحوں کے لیے ان کی خستہ حالی، ان کی بے بسی ایک تفریح بن گئی تھی۔ دستور یہ تھا کہ سیاح ہمیشہ اس گھر کی غربت کا نظارہ کر کے انھیں کچھ اُجرت دے دیتے جس سے گھر کے افراد کو کھانا نصیب ہوتا تھا۔

تمام سیاح بے نیازی سے اس گھر کے رہنے والوں کی کٹھن زندگی کو تفریحی نظروں سے دیکھ کر باہر نکل گئے تھے، کچھ پیسے دے کر جو ایک رسم تھی۔ مگر زندگی کے یہ تضادات پروین کے لیے معما تھے۔ سب سیاح اس گھر سے یوں باہر نکل آئے جیسے کوئی دلچسپ فلم دیکھ کر سنیما ہال سے باہر نکلے ہوں۔ ننگے پاؤں اور پھٹے پرانے کپڑوں میں معصوم بچے بھی سیاحوں کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ شاید ان کے لیے یہ لوگ عجوبہ تھے۔ ایک بچہ، تقریباً سات سال کا، فراز کے قریب آ گیا اور اس نے بلا جھجک فراز سے باتیں شروع کر دیں۔ وہ فراز کے پیشے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ کچے ذہن کے پختہ سوال نے پروین کو حیران کر دیا تھا۔ پھر اس لڑکے نے کہا کہ میں وکیل بننا چاہتا ہوں۔ پروین اس معصوم کے خواب کے متعلق سن کر حیرت زدہ تھی، کچھ اُداس بھی۔ اب تقریباً بیس بچوں کا جھنڈ سیاحوں کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ کینن سے اجازت لے کر پروین نے ان بچوں کے لیے چاکلیٹ اور کھلونے خریدے۔ وہ باری باری ان میں یہ سوغات بانٹ رہی تھی۔ فراز نے ان بچوں سے باتیں شروع کیں تو ایک جھنڈ چلا آیا اس کے اردگرد۔ جیسے وہ ان کا پرانا دوست ہو۔ پروین کی آنکھیں فراز کی نرمی، رحم دلی اور انسانیت دیکھ کر نم ہو گئیں۔ فراز بھی بچوں کو کھلونے اور بسکٹ خرید کر دے رہا تھا۔ وہ ان کا ہیرو بن گیا تھا۔ وارث اپنے بیٹے کو فخر کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ پروین کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔

درج ذیل ویب سائٹس کا مشاہدہ کیجیے۔

www.jahan-e-urdu.com
www.ur.m.wikipedia.org
www.urduclassic.com
www.urdudost.com

معانی واشارات

طیارہ	-	ہوائی جہاز
رَن وے	-	ہوائی پٹّی
طفلانہ	-	بچکانہ، بچوں جیسا
عبرت ناک	-	سبق آموز
بربریت	-	ظلم
شریکِ حیات	-	شوہر/ بیوی
مسلّط رہنا	-	غالب رہنا، سوار رہنا
ذخائر	-	ذخیرہ کی جمع، ڈھیر
جم غفیر	-	ہجوم
سویٹو	-	افریقہ کے کالے غریبوں کی نئی بستی (Sweto : South Western Township)
اپارتھائڈ	-	نسلی بھید بھاؤ
مفلوک الحال	-	نہایت غریب
خستہ	-	ٹوٹا پھوٹا
تضادات	-	تضاد کی جمع، اُلٹ، ضد

مشقی سرگرمیاں

سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

٭ سبق 'سیاہ روشنی' کا مطالعہ کرکے ذیل کا شجری خاکہ مکمل کیجیے۔

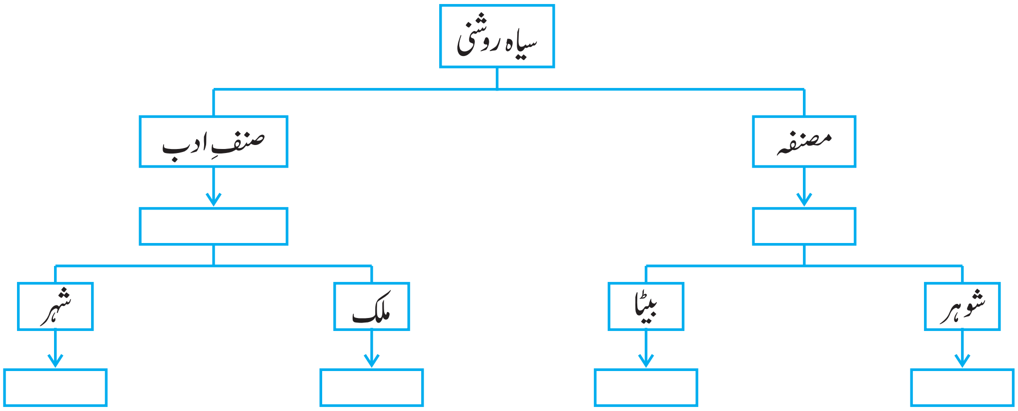

٭ نیچے دیے ہوئے واقعات کو صحیح ترتیب میں لکھیے :

۱۔ طیارہ اپنے آہنی پروں کو پھیلائے زمین کے سپاٹ سینے پر آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔

۲۔ ننگے پاؤں اور پھٹے پرانے کپڑوں میں معصوم بچے بھی سیاحوں کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

۳۔ تمام سیاح بے نیازی سے اس گھر کے رہنے والوں کی کٹھن زندگی کو تفریحی نظروں سے دیکھ کر باہر نکل گئے۔

۴۔ تقریباً بیس بچوں کا جھنڈ سیاحوں کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

۵۔ وین کا ڈرائیور یوپا تھا۔ اس نے وین سویٹو کے ایک مفلوک الحال علاقے میں روک دی تھی۔

۶۔ وین جوہانس برگ کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی ... ہوٹل وانڈررز کی طرف۔

٭ خط کشیدہ الفاظ کی جگہ سبق میں آئے ہوئے لفظ استعمال کرکے جملے دوبارہ لکھیے۔

۱۔ دل کی عجیب حالت تھی جس کا کوئی نام نہ تھا۔

۲۔ پروین خیالات کے سمندر میں ڈبکیاں لگا رہی تھی۔

۳۔ ایک دُبلا پتلا سا آدمی ایک جھنڈی لہراتا نظر آیا۔

۴۔ نیویارک یا شکاگو میں کالے لوگوں کا خوف دل و دماغ پر چھایا ہوا رہتا ہے۔

۵۔ ایک باتھ روم آنگن میں تھا۔

* جنوبی افریقہ سے متعلق مصنف کے خیالات کا رواں خاکہ چوکونوں میں مناسب الفاظ لکھ کر مکمل کیجیے۔

آج زمین کے اس حصے پر قدم رکھنے جارہی تھی جسے

↓

[ ] دیکھا تھا۔

↓

[ ] پڑھی تھی۔

↓

[ ] ماضی تھا۔

↓

[ ] سسک رہی تھی۔

↓

[ ] مسکرا رہی تھی۔

* دیے ہوئے الفاظ کی جمع یا واحد لکھیے۔

کیفیت ، خیالات ، شخصیت ، جوابات ، مکانات ، حساب

* طیارے کے اُڑان بھرنے اور فضا سے زمین کے منظر کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

* طیارے کے نیچے اُترتے وقت زمینی منظر میں جو تبدیلیاں محسوس ہوتی ہیں، انھیں تحریر کیجیے۔

* 'لوگ مول تول کررہے تھے۔' اِس جملے میں خط کشیدہ لفظ بھاؤ تاؤ کے لیے عوامی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح کے کم از کم تین الفاظ لکھیے۔

مثال : بات چیت

* سویٹو کے غریب خاندان کے کمروں کے بارے میں لکھیے۔

* لڑکی کی بیزاری کی وجہ لکھیے۔

* سویٹو سے نکلتے وقت پروین کی کیفیت بیان کیجیے۔

تحریری سرگرمی

* اپنے کسی سفر کی روداد ڈائری کی شکل میں تحریر کیجیے۔

* عصبیت، رنگ و نسل کی تفریق جیسے مسائل کی روشنی میں درج ذیل جملے کا استحسان کیجیے۔

"تمام انسان بنیادی طور پر یکساں ہیں۔ کوئی پیدائشی مجرم نہیں ہوتا، قاتل نہیں ہوتا بلکہ حالات کا شکار ہوتا ہے۔"

اضافی معلومات

نیلسن منڈیلا

جس طرح ہمارے ملک پر انگریزوں کی حکومت تھی، اسی طرح جنوبی افریقہ بھی انگریزوں کا غلام تھا۔ جنوبی افریقہ کی نوّے فیصد آبادی سیاہ فام قبائلی نسلوں پر مشتمل ہے لیکن اس کثیر آبادی پر دس فیصد گورے انگریز حکومت کرتے تھے۔ وہ سیاہ فام آبادی پر ظلم و ستم کرتے اور ان کے ساتھ نسلی امتیاز برتتے تھے۔ سیاہ فاموں کو برابری کا درجہ حاصل نہیں تھا۔ اس نسلی امتیاز جسے انگریزی میں اپارتھائڈ apartheid کہا جاتا ہے، کے خلاف نیلسن منڈیلا نے آواز اُٹھائی اور ساری عمر جنوبی افریقہ کی آزادی کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔

نیلسن منڈیلا کا پورا نام نیلسن رولی لاہلا منڈیلا تھا۔ وہ ۱۸/ جولائی ۱۹۱۸ء کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے قانون کی پڑھائی کی اور جوہانس برگ میں وکالت کرنے لگے۔ یہیں سے وہ جنوبی افریقہ کی آزادی کی تحریک میں شامل ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں وہ افریقن نیشنل کانگریس (ANC) میں شامل ہوگئے اور ANC کی یوتھ لیگ کی بنیاد ڈالی۔ انگریز حکومت نے انھیں ۲۷/ برسوں کے طویل عرصے تک جیل میں قید رکھا۔ آخر کار ملک میں پھیل رہی بے چینی اور بین الاقوامی دباؤ کے تحت ۱۹۹۰ء میں انھیں آزاد کردیا گیا۔ ۱۹۹۴ء میں جب جنوبی افریقہ میں عام انتخابات ہوئے تو نیلسن منڈیلا کی قیادت میں افریقن نیشنل کانگریس کو اکثریت حاصل ہوئی اور نیلسن منڈیلا ملک کے پہلے سیاہ فام صدر منتخب ہوئے۔ نیلسن منڈیلا کی جدوجہد اور قربانیوں کو عالمی سطح پر بے حد سراہا گیا۔ بھارت نے انھیں ۱۹۹۰ء میں بھارت رتن اور پاکستان نے ۱۹۹۲ء میں 'نشانِ پاکستان' جیسے اعلیٰ ترین شہری اعزازات سے نوازا۔ ۱۹۹۳ء میں انھیں 'نوبیل انعام برائے امن' بھی دیا گیا۔ ان انعامات کے علاوہ بھی انھیں سیکڑوں اعزازات تفویض کیے گئے۔ وہ جنوبی افریقہ کے بابائے قوم کہے جاتے ہیں۔ افریقہ کی آزادی کا یہ مردِ مجاہد ۵/ دسمبر ۲۰۱۳ء کو ۹۵/ برس کی عمر میں ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا۔